تاریخ میں مستند ترین کتاب قرآن حکیم ہے۔اس میں سابقہ اقوام کے واقعات بھی ہیں۔ایک گروہ انعمت علیھم ،دوسرا مغضوب علیھم اورالضالین ہے۔ان کے واقعات سے عبرت حاصل کریں کہ کن کاموں سے کامیابی حاصل ہوتی ہے اور کن کاموں سے ناکامی۔ ہلاک شدہ امتوں نے جو جو کام کیے ہیں،انجام دیکھ کران کاموں سے بچیں۔دنیا میں اپنی مرضی کی زندگی گزارنا بیوقوفی ہے،اور قوانین کے مطابق زندگی گزارنا عقلمندی۔خود تجربہ کرنااور دوسروں کے تجربات سے فائدہ نہ اٹھانا ہلاکت کا سبب ہے۔ایک دانشور سے پوچھا گیا: آپ کو کامیابی کیسے ملی؟جواب دیا: میرا استاد ''پاگل'' ہے،میں اس کی طرح نہیں کرتا،اس سے یہی سبق لیتاہوں۔

تاریخ کہتی ہے: لوگو مجھ سے سبق سیکھو۔ایک ۴۰ سالہ شخص وہ کام کرتا ہے جس سے اسے اور دوسروں کو فائدہ ہوتاہے۔اورکوئی ۸۰ سالہ شخص اپنی مرضی کے مطابق کام کر کے نقصان اٹھاتااور نقصان پہنچاتا ہے۔

**تاریخ نویسی کا آغاز:** حضرت عمر فاروق کے پاس یمن سے کچھ لوگ آئے۔انہوں نے یمن کے کچھ اہم واقعات بیان کر کے دن(تاریخ) بیان کیا۔ حضرت عمراس سے خوش ہوئے اور حکم دیا کہ جو کوئی واقعہ بیان کرے اس کی تاریخ بھی لکھے۔مشہوراسلامی واقعات کو یاد کر کے تحریر کرناشروع ہوا۔تاریخ میں زیادہ تر جنگوں کے واقعات آتے ہیں۔

اصطلاحاً: گزشتہ ادوار کے مشہورواقعات کو زمانے کی مدت کے ساتھ مرتب کرنا تاریخ کہلاتا ہے۔

**تاریخ کی قسمیں:** ۱: بیانیہ،۲: علمی۔مقدمہ ابن خلدون میں عمرانی علوم کو فلسفہ کی طرح مرتب کیا گیاہے۔
بیانیہ تاریخ میں واقعات تفصیل وترتیب سے بیان ہوتے ہیں۔اس میں ماضی کو حال کے ساتھ جوڑ کر بیان کرناہوتاہے۔

**علمی تاریخ:** سند دیکھ کر واقعات کے صحیح اور غلط ہونے پر بحث کرنا۔علمی تاریخ واقعات کو چھانٹتی ہے۔

تاریخ سے سبق لینے کے لیے واقعات کا تجزیہ کرنااور ان سے سبق حاصل کرنا علمی تاریخ کا حصہ ہے۔سیرت میں واقعات پڑھانے کے بجائے ان کے اسباب اور نتائج سے آگاہ کرنا بہتر ہے۔

**تاریخ نویس کا اثر:** انسانی مزاج پر نظریات، قبیلے، تعلقات، ہمدردیوں اور مخالفتوں کا تاریخ پر گہرا اثر ہوتا ہے۔تاریخ یعقوبی میں تشیع کا رنگ غالب ہے۔ جبکہ وہی واقعہ طبری یاالبدایۃ و النھایۃ میں ایک اور انداز سے نظر آتا ہے۔ جہاں ایک واقعہ پیش آتا ہے تو ہر شخص اپنے اپنے تناظر میں اسے بیان کرتا ہے۔تاریخ نگار کے لیے تعصب سے پاک ہونا نہایت ضروری ہے۔

[O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O]

من یرد اللہ بہ خیرا

# فقہ اسلامی کی اہمیت وضرورت

مفتی عبدالحنان زاھد

فرمانِ الٰہی ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبة ۱۲۲) امیر معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے بیان کیا: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ»(البخاري ۷۱، ۳۱۱۶، ۷۳۱۲، مسلم۱۷۵(۱۰۳۷)

الفقہ لغۃً: سمجھنا، جاننا۔ یہ ''فقہ'' کی جزوی ترجمانی ہے۔ اس کے شرعی مفہوم میں بہت گہرائی ہے۔ حضرت موسیٰ نے دعا مانگی: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي (۲۵) وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي (۲۶) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي (۲۷) يَفْقَهُوا قَوْلِي (طه ۲۸) عربی زبان کی وسعت میں یہ لفظ: فَقِہَ یَفْقَہُ ، فَقُہَ یَفْقُہُ اور فَقَہَ یَفْقَہُ کے ابواب سے آتا ہے۔

فقِہَ یَفْقَہُ: سمجھنا، فَقَہَ یَفْقَہُ: سمجھنے میں سبقت لے جانا، فَقُہَ یَفْقُہُ: فقہ وفہم فطرت کا حصہ ہونا۔

پس ''فقہ'' کے مجموعی معنی ہیں: کسی چیز کو گہرائی سے پہچاننا، ظاہر کے علاوہ باطن کو اور قائل کے مقصد کو معلوم کرنا۔ ایک معلوم چیز کی روشنی میں دوسری نامعلوم چیز کا استدلال کرنا۔

راغب اصفہانی: ھو التوصّلُ الیٰ علمِ غائبٍ بعلمِ شاھدٍ وادراکُ الاشیاء الخفیۃِ: حاضر چیز کی پہچان کی روشنی میں غائب چیز کو معلوم کر لینا، یعنی مخفی حقیقت کو سمجھ لینا ''فقہ'' ہے۔

الفقہ الاسلامی: دین اسلام، شریعت۔ دین اسلام کو صحیح طور پر سمجھنا اور اس سے استدلال کرتے ہوئے نئے مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنا۔

فقہی استدلال میں کلام کے الفاظ، انداز اور مقام ومحل وغیرہ تمام قرائن کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ فقہ اسلامی کا یہ تصور حدیث نبوی: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ(البخاری ۷۱،۳۱۱۶،۷۳۱۲، مسلم ۹۸۔۱۰۰،۱۷۵(۱۰۳۷) کی روشنی میں جملہ عقائد، عبادات، اخلاقیات اور معاملات سب کو شامل ہے۔ صحابہ کرام،

تابعین عظام، فقہاء اور محدثینؒ کے دور تک یہ اطلاق اسی وسعت کے مطابق مستعمل تھا۔ اسی سے دنیا و آخرت میں بڑی عزت ملتی ہے۔ حتیٰ کہ فقہ دین سے مالامال عالم باعمل شخص آسمانوں میں "عظیم" کہلاتا ہے۔ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: قَالَ الْمَسِيحُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ تَعَلَّمَ وَعَمِلَ وَعَلِمَ فَذَلِكَ الَّذِي يُسَمَّى عَظِيمًا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوَاتِ (المدخل الى السنن الكبرى للبيهقي ح:۵۸۲ ، شعب الایمان ۱۶۶۰، حلية الاولياء ج۶ ص۹۳)

یہ ایک "فن" کی حیثیت اختیار کرگیا، تو علماء نے اس کے معنی محدود کر دیے: "الاحکام الشرعیۃ العملیۃ المکتسبۃ بدلائل الشرع" اس سے عقائد، اخلاق اور فضائل کو الگ کر کے صرف عبادات اور معاملات تک محدود کر دیا؛ کیونکہ عملی احکام ان دونوں پر مشتمل ہیں۔ فقہ اسلامی کی یہ جدید اصطلاح قرآنی مفہوم اور منشائے نبوی کے عین مطابق نہ تھا؛ کیونکہ قرآن و حدیث میں "فقاہت" کا استعمال سارے دین کو شامل ہے۔

عقائد و اخلاق اور فضائل کی روشنی میں احکام شریعت بیان کرنے میں جو تاثیر اور روحانیت ہے، وہ صرف عملی طریقے کے بیان میں نہیں۔ امام ابو حنیفہ کی الفقہ الاکبر عقائد میں ہے۔ تاہم "لا مشاحۃ فی الاصطلاحِ" کے اصول پر یہ بھی شریعت کا بہت شرف، فضل اور عظمت والا علم ہے۔ فقہ کو قرآن و حدیث سے الگ چیز سمجھنا درست نہیں۔ کسی بھی چیز میں غلطی ہو تو اس کی اصلاح کے لیے اس کی شان گھٹانے والا لفظ استعمال کرنا جارحانہ طریقہ ہے۔

یقیناً بعض فقہ والے کمال درجے کے فقیہ نہیں ہوتے۔ کوئی باشعور انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں فرمانِ نبوی ہے: "اللهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ،" (البخاري ۱۴۳) "اللهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ" (احمد ۲۳۹۷) فقہ کے بغیر دین پر عمل ممکن نہیں۔ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (البقرۃ ۱۱۰، ۸۳، ۴۳، النساء ۷۷، النور ۵۶، المزمل ۲۰) خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبۃ ۱۰۳) نصوصِ شریعت میں لفظ زکاۃ، صدقہ عام ہے۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کیا ہر مال سے زکاۃ لینا واجب ہے؟ روزانہ زکاۃ نکالنا ہے یا ماہانہ یا سالانہ؟

احادیث نبویہ کی روشنی میں ان سوالوں کا جواب ڈھونڈنا ہی "فقہ" ہے، اس کے بغیر دین پر چلنا ممکن نہیں۔ ہاں منہج کے اختلاف کی وجہ سے کچھ غلط باتیں "فقہ" کے نام سے بعض کتابوں میں داخل ہو گئیں۔ ان غلطیوں کی وجہ سے فقہ کا سرے سے انکار کرنا حماقت ہے۔ بعض فقہاء نے باطل حدیثوں سے بھی استدلال کیا ہے،

تو کیا احادیث کا انکار کیا جائے؟ جس طرح احادیث میں سے صحیح وضعیف کی تحقیق کر کے صحیح کو اختیار کرنا لازم ہے، اسی طرح فقہ میں سے بھی صحیح کو غلط سے پہچان کر صحیح پر عمل کرنا مطلوب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خود غیر منصوص مسائل میں قیاس کی تعلیم دی ہے۔ایک معروف صحابی نے بیان کیا: هَشَشْتُ يَوْمًا، فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا، قَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ تَمَضْمَضْتَ بِمَاءٍ وَأَنْتَ صَائِمٌ؟» قَالَ: فَقُلْتُ: لَا بَأْسَ بِذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَفِيمَ؟» «فمه» (ابوداؤد ٢٣٨٥،ابن خزيمة ١٩٩٩، الدارمي ١٧٥٩، احمد ١٣٨،٣٧٢) اس حدیث شریف میں دوران روزہ کلی کرنے پر چومنے کا قیاس کر کے حکم شرعی میں مماثلت بیان کی گئی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبة ١٢٢) "اعلائے کلمۃ اللہ" کے تقاضوں میں سے لوگوں کو "کلمۃ اللہ" یعنی قرآن وسنت سے آگاہ کرنا بھی شامل ہے۔قتال فی سبیل اللہ کے لیے سارے لوگوں کا نکل پڑنا مناسب نہیں۔کچھ علماء اور طلباء کا وجود بھی لوگوں کی رہنمائی کے لیے ضروری ہے؛ کیونکہ انہیں اللہ پاک اور اس کے رسول مقدس ﷺ کے احکام سے آگاہ کرنا فرض کفایہ ہے۔دین کا وہ فہم جس سے انسان عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات میں حق کو معلوم کر سکے، فرض ہے۔اس کے بعد اس کا حکم وسیع ہو جاتا ہے۔حتیٰ کہ ذاتی اور قومی پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی کر سکے۔ہر موڑ پر جائز، ناجائز، افضل اور مفضول کا علم رکھنا فقاہت ہے۔

نعمتِ ہدایت سے محروم لوگ دنیا کے نفع ونقصان میں کتنے ہی دور اندیش اور سیانا ہوں، مگر بیچارے صحیح دین کی پہچان کے لیے اپنے دل ودماغ کو بالکل استعمال نہیں کرتے۔اسی لیے وہ دوزخ کا عذاب بھگتیں گے۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (الاعراف ١٧٩) یہی حال منافقین کا ہے، جو اہل ایمان کی کسی قدر رفاقت کے باوجود اپنی جہالت اور بیوقوفی کی وجہ سے بدنیت رہتے ہیں۔ان کے بارے میں ارشاد ہوا: هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ (٧) يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا

الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ (المنافقون ۸) اگر انہیں علم دین ہوتا، وہ فقہ سے بہرہ ور ہوتے تو یقیناً نفاق سے بچ جاتے۔

ایک مسلمان کے دس کافروں پر غالب آنے کی وجہ میں اللہ علیم وخبیر ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ (۶۵) الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (الانفال ۶۶) کافر دنیاوی مفادات کے لیے لڑتا ہے، مسلمان آخرت میں رضائے الٰہی اور دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جہاد کا رخ کرتا ہے۔ علم وفقاہت سے محرومی کی وجہ سے کفار کی جسمانی طاقت، عسکری تربیت اور ذہنی استعداد' عزم صمیم سے مزین صابر مجاہدین کے مقابلے میں ہیچ ثابت ہو جاتی ہے۔

**ایمان والوں کی رہنمائی:** عام مسلمان کوئی خبر یا افواہ سن کر آگے بیان کرتا؛ جس سے بعض اوقات سراسیمگی پھیل سکتی تھی۔ اس لیے انہیں آداب سکھائے: وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء ۸۳) تحقیق کی صلاحیت والے اولوالامر فقاہت کے بل بوتے پر اصل واقعے کی تہ تک پہنچنے میں زیادہ تر کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ دین الٰہی خیر وبرکت سے بھرپور ہے، اس نے لوگوں کو عزت دی۔ ابوہریرہ کا بیان ہے: قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: «أَتْقَاهُمْ» قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: «فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ» قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ «فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ، إِذَا فَقُهُوا» [البخاری ح:۳۳۵۳، مسلم ح:۱۶۸(۲۳۷۸)]

رسول اللہ ﷺ سے عالم دین اور عبادت گزار کے درمیان فرقِ مراتب کا سوال کیا گیا: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: ذُكِرَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالآخَرُ عَالِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ العَالِمِ عَلَى العَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الخَيْرَ. (الترمذي باب فضل الفقه علي العبادة ٢٦٨٥: حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی شریعت کی تاثیر اور لوگوں کے ردّ عمل کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الهُدَى وَالعِلْمِ، كَمَثَلِ الغَيْثِ الكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ، قَبِلَتِ المَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الكَلَأَ وَالعُشْبَ الكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ، أَمْسَكَتِ المَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لاَ تُمْسِكُ مَاءً وَلاَ تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ» (البخاري ج١ ٧٩، مسلم ١٥: ٢٢٨٢)

رحمت الٰہی سے بارش ہوئی تو خشک عمدہ زمین گل وگلزار بن گئی۔ پتھریلی زمین میں پانی جمع ہو کر ذخیرہ بن گیا، جہاں سے لوگوں کو زراعت اور کھانے پینے کے لیے پانی میسر آتا ہے۔ بیکار زمین میں سیرابی سے کوئی مفید چیز اگانے کی صلاحیت ہوتی ہے نہ پانی ذخیرہ کرنے کا موقع۔

علم نافع حاصل کریں، اس سے اجتہاد اور دعوت وتدریس کرتے رہیں، یہ اعلیٰ قسم ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ دین کے محافظ بنیں، قرآن وسنت یاد کر کے آگے پہنچائیں۔ امام شافعی، احمد، بخاری اور مسلم وغیرہ نے صحابہ وتابعین سے علم دین حاصل کر کے اس سے پیش آمدہ مسائل کا استدلال کیا۔ امام ابن تیمیہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ان میں خیر کے خزانے دریافت کیے، جنہوں نے امت کی رہنمائی کا فرض انجام دیا۔ بعض نے دین اور اہل دین کی حفاظت کا کام سنبھالا۔ حضرت عبداللہ بن عباس فقیہ تھے، روایت حدیث میں اتنی کثرت والے نہیں۔ چھوٹی عمر کے باوجود تفسیر قرآن مجید میں امت کی خوب رہنمائی کی۔ اس فن میں سمندر لگتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے بکثرت احادیث یاد کر کے امت کو پہنچائیں، فقہی مسائل اور تفسیر قرآن میں اتنی زیادہ شہرت نہیں رکھتے۔ ہر ایک سے حسب منشائے الٰہی خدمت دین صادر ہوئی۔

حضرت عمر فاروق اپنی مجلس شوریٰ میں حضرت ابن عباس کو شامل رکھتے تھے۔ بعض لوگ کہنے لگے: یہ بچہ ہمارے ساتھ مجلس میں براجمان ہوتا ہے، جبکہ ہمارے بیٹے اس کے ہم عمر ہیں۔ حضرت عمر فاروق تک بات پہنچی تو ان کے سامنے سورۃ النصر کی تفسیر پر بحث چھیڑ دی۔ ان سے پوچھا: اس سورہ میں کیا پیغام ہے؟ کچھ لوگوں نے سادہ